Vol.6 No.3 2023

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

عبدالرشید کی نثری نظموں کا موضوعاتی مطالعہ

THEMATIC STUDY OF ABDUL RASHID'S PROSE POEMS

ڈاکٹر محمد شفیق آصف

صدر شعبہ اردو وانچارج ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینیٹیز

یونیورسٹی آف میانوالی

محمد عمیر آصف

پی ایچ ڈی اسکالر اردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ABSTRACT

Abdul Rasheed is a well-known poet of prose poetry. His prose poems have a new poetic vision. Abdul Rasheed is an important poet of the seventies. Who was a CSP officer by rank. He was also a teacher of English literature at Government College Lahore. Many books of his prose poems have been published. His poetic experiences have many levels. His style is very broad. Abdul Rasheed's poetry should be seen separately from the general tradition of poetry. He describes local and international themes in his poems. His poems are very brilliant in terms of crafting.

نثری نظم کی تحریک نے جدید اردو نظم پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں ہر چند کہ عبدالرشید نے نثری نظم کے کسی گروہ میں باقاعدہ شمولیت اختیار نہیں کی تاہم نثری نظم کی تخلیق کے حوالے سے ان کا کام سب سے نمایاں ہے ان کی نظموں کے گیارہ مجموعے ان کی مکمل شناخت اور ادبی مقام کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں ۔ عبدالرشید فکری و فنی حوالے سے ایک مضبوط اور منفرد شاعر ہیں ان کی فکری اساس شاعری کے جدید ترین رویوں اور رجحانات سے ہم آمیز ہے جس کی وجہ سے ان کی شاعری ایک الگ ذائقے کی آئینہ دار ہے۔ عبدالرشید کی نثری نظمیں ایک شعری تجربے اور Process کے طور پر ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ان کے ادبی مقام کی تفہیم اور تعین کے لیے ان کی شاعری ایک ایسی دستاویز کے طور پر سامنے آتی ہے جو خود ہی ان کے تخلیقی ایقان اور انفرادیت کی گواہی بن جاتی ہے۔

عبدالرشید ایک رجحان ساز شاعر کے طور پر سامنے آتے ہیں انہوں نے نثری نظم کے ذریعے نئے نئے موضوعات کو Explore کیا ہے جو ان کے پیش رو شاعروں کے ہاں کم کم نظر آتے ہیں۔عبدالرشید نے نثری نظم کے Structure میں بھی بہت سی تبدیلیاں کی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی کتابوں میں شامل نظموں کے Format کافی مختلف نظر آتے ہیں وہ اس اعتبار سے بھی ایک منفرد شاعر ہیں کہ انہوں نے Thought اور Format میں ہم آہنگی برقرار رکھی ہے ان کی اس طرح کی تخلیقی کاوشیں انہیں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہیں۔ نثری نظم کو اصل عروج ستّر کی دہائی میں حاصل ہوا اسی دور میں عبدالرشید نے نثری نظم کے ذریعے اپنے Thought Content کو شعری پیکر عطا کر کے یہ ثابت کیا کہ وہ ایک ایسے شاعر ہیں جو اپنے Local سے جڑنے کے ساتھ بین الاقوامی موضوعات کو بھی احسن طریقے سے Express کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

عبدالرشید کا اسلوب اس کی ذات سے مترشح ہوتا ہے۔وہ تخلیق میں کسی روایتی تقلید کے قائل نہیں ہیں وہ اپنے محسوسات کو Original شکل میں ڈھالتے ہیں ان کی تخلیقی بصیرت ان کے حرف حرف سے جھانک رہی ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو میں Original تخلیقی جہات کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے تاہم عبدالرشید نے نئے تخلیقی رویوں کی طرف خاص طور پر توجہ دی ہے وہ اپنے وسیع مطالعے کی بدولت زندگی کے اہم موضوعات پر ایک خاص وژن رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں ان کا طرز تحریر اور اسلوب ان کے تخلیقی وجدان کا آئینہ دار ہے۔عبدالرشید کی نظمیں ایک منفرد اسلوب کی حامل ہیں۔ مضامین، معیار اور مواد کے حوالے سے یہ منفرد انداز کی نظمیں ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اپنے تخلیقی سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے عبدالرشید کہتے ہیں:

"۱۹۷۴ء میں جب میری نظموں کی کتاب "اپنے لیے اور دوستوں کے لیے نظمیں" چھپی تو چند رفقا نے تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ تم نثری نظم کی طرف کدھر نکل آئے ہو۔ یہ ایسا موقع تھا کہ میں تامل کر کے غور کرتا۔ ۱۹۷۰ء کے بعد کا دور ایک ہنگامہ خیز اور پر ہیجان دور تھا اردو کی مرغوب شعری روایت سے بغاوت تو نہیں کہا جا سکتا، مگر انحراف ضرور تھا اور اس سے اکتساب فیض کی خواہش اور ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ شعر فی نفسہ کیا ہے؟ یہ اتنے سارے مباحث کے باوجود عقدۂ لانیجل تھا۔ نئے کے نام پر جو لکھا جا رہا تھا کسی کے دل کو نہیں لگتا تھا اور مشورہ یہ تھا کہ جب تک اس کی تصدیق نہیں ہوتی، اس کی شعری پہچان اور تنقید کے مروجہ معیار کے مطابق شناخت نہیں ہو سکتی تو یہ اگر مہمل نہیں تو الفاظ کے دروبست کی زور آزمائی ہے۔" (1)

گزشتہ چار دہائیوں سے عبدالرشید کا تخلیقی سفر جاری ہے اور ان کی شاعری کی کتابیں باقاعدگی سے شائع ہو رہی ہیں۔ ان کی نظمیں اپنے زوردار اسلوب اور انداز فکر کی بدولت اپنی انفرادیت کا لوہا منوا چکی ہیں۔

باہر تیز ہوا اور جھکے جھکے بادل

عمارتوں کے چہار اطراف

کلاک ٹاور پہ مسلسل گھنٹہ بج رہا ہے

درخت اپنی تنہائی کے لینڈ سکیپ میں مقید

چڑیاں اپنے گھونسلوں کے دروازے بند کرنے کے بعد

نیند کی کٹھالی میں ڈوبنے سے پہلے

سردی کی بارش میں ٹھٹھری ہوئی

زرد دنوں کے لحاف کے بغیر

اپنی عمر کے ارکان کے بغیر

نیچے سڑک پر ہر طرف کیچڑ میں

جوتوں کا مارچ پاسٹ

موزوں سے اوپر تک گھٹنے

پیدل مراقبے میں پڑھی ہوئی تسبیح کی طرح

("Poetry Evening"، از، پھٹا ہوا بادبان، ص ۳۴)

عبدالرشید کی نظموں میں جدید زندگی کی جھلک کے ساتھ ساتھ انسانوں سے محبت کا جذبہ نمایاں نظر آتا ہے انہوں نے نظموں کو محض معاشرتی صورت حال کے بیان تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس میں نئے نئے زاویے پیدا کر دیئے ہیں۔ عبدالرشید کی نظمیں موضوعات کے اعتبار سے متنوع ہیں انہوں نے زندگی کی کیفیات کے

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

علاوہ عالمی موضوعات ساتھ ساتھ بیان کیے ہیں۔عبدالرشید کا اسلوب نہایت عمدہ کاری سے الفاظ کے پیکر میں ڈھلا ہے اپنی زمین اور مٹی سے جڑے رہنے کی خواہش اور معاشرتی مسائل ان کی شاعری کے اہم موضوعات ہیں وہ سماجی حوالوں کے بیان کے لیے نیا انداز اپناتے ہیں جو نظموں کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔عبدالرشید کے لفظوں کی بنت کاری سے نو بہ نو تصویر بنتی ہیں اور عکس در عکس کا لا متناہی سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے جو عبدالرشید کی نظم نگاری کی حقیقتوں کی گواہی دیتا ہے۔اپنی نظموں میں جدت طرازی پیدا کرنے کے حوالے سے عبدالرشید رقم طراز ہیں:

" لکھنے والے اپنی ڈگر پر لکھتے رہے۔میں اپنی پہلی کتاب کے ماحول میں قید تھا یہ نظمیں ایک کوشش تھیں دنیا اور چیزوں کے ساتھ جڑنے کی۔ان کا چلن زیادہ آزادہ روی تھا، یا کسی موضوع کو گرفت میں لینے کی کوشش نہ تھی، بلکہ ایک طرز احساس کے مختلف تانے بانے تھے جو الفاظ اور ورائے الفاظ ذہنی فضا کو جب کہ کوئی نہ کوئی مواد ضرور ہوتا ہے جس کے ساتھ مشق کی جائے، یہ اس کے آس پاس منڈلاتے رہے، میں یہ بھی اقرار کروں گا کہ میں بہت سی شاعری کو پسند کرنے والا اور قدر کرنے والا ہوں، اس طرح لاشعوری طور پر بہت سے شعری نظام کا میں قاری ہوں جو مجھے کھوج پر اکساتے رہتے ہیں۔(۲)

عبدالرشید کے ہاں منفرد لفظیات اور موضوعات کا انتخاب جدید دنیا سے وابستگی کی نشاندہی کرتا ہے۔ ان نظموں میں عبدالرشید ایک منفرد اور جدید تر شاعر نظر آتا ہے۔عبدالرشید نے نظم کی نئی فرہنگ اور نئے امکانات کو اپنی نظموں کا حصہ بنایا ہے۔انہوں نے نظم کے عالمی کلچر کو اس کی تمام تر اشکال کے ساتھ دیکھنے اور بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

میرے پاس اک چڑیا تھی

جس کا نام جوانی تھا

جو میرے تلووں کو چھو کر

اونچی پر چھتی پہ بیٹھی

میرے پاس اک میلا کوٹ ہے

بے خوابی میں جس سے لپٹ کر

میں نے عسرت کی بانہوں کو

اپنے گرد سمٹتے دیکھا

میرا حزن ہوا کی چادر

اور ملال کھلا رومال

جس کو باندھ کے چلتا ہوں

میرے پاس اک گڑیا ہے

ابھرے ابھرے گالوں والی

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جو گھر کا رستہ بھول گئی ہے

جو سنجوگ سے شرماتی ہے

میرے پاس اک چڑیا تھی

(میرے پاس اک چڑیا تھی،از،بنکاک میں اجنبی،ص ۴۵)

عبدالرشید کی نظموں میں نیا پن برابر نظر آتا ہے ان کی شاعری میں نیا ماحول ، فضا اور زندگی کی بے رحم برہنگی اپنی تمام ترکیفیات کے ساتھ نظر آتی ہے ۔عبدالرشید نے اپنی نظموں میں جدید تر رجحانات کو تخلیقی شکل دی ہے جس کی بدولت ان کے ہاں لفظ و معانی کی کئی پرتیں پیدا ہو گئی ہیں جس کی بدولت نئے معاشرے کی نئی شکلیں ابھر کر سامنے آ رہی ہیں۔

عبدالرشید کہتے ہیں:

''پہلی کتاب کی نظمیں اور ان میں ممکنہ شعریت کسی مخصوص شعری دباؤ کا نتیجہ نہیں ہیں، بلکہ ممکنہ شعری حصول کے لیے وسیلہ ہیں۔میں نے شروع ہی سے کلاسیکی پرفیکشن کو رد کر دیا تھا۔خوب صورت، بنی بنائی اور ڈھلی ہوئی نظمیں مجھ میں Closure کا احساس پیدا کرتی تھیں۔ایک رکاوٹ تھیں ایک جھجک جیسے میں نے اپنے ممکنہ مافیہ سے بے وفائی کی ہے، کیونکہ میں شعر کے ممکنہ خصائص،اس کا ذہن کو کشادگی دینا اور Sense of Liberation کا احساس پیدا کرنا،ان کو انتہائی اہم سمجھتا تھا۔ شاید یہ اس زمانے کی عام ذہنی فضا تھی۔ایسے لکھنا، جس سے اس کا میری اپنی زندگی کے ساتھ کوئی مضبوط رشتہ استوار ہو۔کم از کم اس تجربے کا میں خود گواہ اور سانجھی ہوں۔یہ واردات کوئی سیدھی نہ تھی۔اس میں سو پیچ و خم تھے،اس میں شکست اور کج روی کا بہت امکان تھا۔'' (۳)

''انی کنت من الظالمین'' آزاد نظم کے مخصوص میٹر میں کہی گئیں خوبصورت نظمیں تھیں جن کی تخلیق اور اشاعت پر عبدالرشید کو بہت پذیرائی ملی تاہم وہ اس میٹر سے بھی آگے جانے کے خواہاں تھے سو انہوں نے نثری نظم کے میڈیم کو اپنے اظہار کے لیے موزوں تصور کیا۔''اپنے لیے اور دوستوں کے لیے نظمیں'' ''انی کنت من الظالمین'' سے بہت آگے کا سفر تھا جسے عبدالرشید نے اپنے تخلیقی وجدان اور ایقان سے انجام دیا ان کے اس تخلیقی عمل میں کوئی "Formal element" شامل نہیں تھا کیونکہ وہ ان نظموں میں کسی منصوبہ بندی کی بجائے اپنے Catharsis کو پیش نظر رکھتے تھے۔سو ان کا یہ سفر ایک کامیاب سفر ہے جو عبدالرشید کی نظم نگاری کو نئی سمتوں سے آشنا ہی نہیں کرتا بلکہ ان میں اور زیادہ وسعت اور گہرائی پیدا کرتا ہے۔عبدالرشید کی نثری نظم نگاری کی طرف آمد اس بات کی بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ کلاسیکی شاعری کی روایتی وارداتوں سے شعوری طور پر بچنے کے خواہاں تھے سو اس نئی فضا کی تخلیق میں ان کے شعوری عمل دخل کا ذکر بہت ضروری ہے جس کا اعتراف عبدالرشید یوں کرتے ہیں:

"اپنے لیے اور دوستوں کے لیے نظمیں''ایک Pretext تھا اور رہائی کا وسیلہ، میں جس طرح کی شعری گرفت میں تھا اس کتاب سے میں نے خود کو بہت سے بندھنوں، Superstitions اور معروف شعری حوالوں، تصدیقوں سے آزاد کر لیا میں نے اپنے لیے ایک Space تخلیق کی جس میں سانس لے سکوں۔'' (۴)

عبدالرشید نے ''اپنے لیے اور دوستوں کے لیے نظمیں'' لکھ کر جس آزاد فضا میں پرواز کا آغاز کیا وہ سفرُ کا نہیں بلکہ ان کے کئی پڑاؤ ہوئے اور پھر سفر در سفر یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔عبدالرشید کے ہاں نثری نظم کا سفر ایک Process کے طور پر ظاہر ہوتا ہے جس میں فارم، ہیئت، موضوع مکمل طور پر Experimental بن گئے ہیں۔نثری شاعری کے ان تجربوں میں شاعر نے فراخ دلی اور وسعت نظری کا مظاہرہ کیا ہے ان کی نظمیں پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہم عصر نظم نگاروں سے اس لیے بھی مختلف ہیں کہ ان کا اسلوب موضوعات اور ڈکشن اپنی ہے اور ان کے فن پر کسی بھی ہم عصر شاعر کا سایہ تک نہیں پڑتا عبدالرشید کی اسی شعری اور تخلیقی انفرادیت میں ان کے وژن کو زیادہ عمل دخل حاصل ہے جس کی بدولت وہ اپنے لیے ایک ایسی شناخت کے خد و خال وضع کرتے ہیں جو ان کے ہم

عصروں کے ہاں خال خال نظر آتے ہیں۔عبدالرشید ایک نئے زمانے کا شاعر ہے جس کی بہت سی مزید پرتیں وقت کے ساتھ ساتھ کھلیں گی تاہم وہ عہد موجود سے اس طرح جڑے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے کسی عہد کی سچائی اپنے زمانے کی شہادت دیتی ہے۔

یہاں سانس گنتی کے زندان میں ہے

زباں پر سمندر کا کف ہے،ہوائیں دساور کی خوشبو سے بوجھل

بہت دور رستوں کے پیغام سے رس رہی ہیں

قلم اپنے اطراف بکھرے مناظر کو لفظوں کے دھاگے میں سیتا ہے

دن رات کی اس گرامر میں بھولا ہوا اسم ہے

اپنی یادوں کے جالوں میں لٹکا ہوا

ماضی کا صیغہ ہے:

ایسی راہوں کی گردان میں ہے،جہاں منزلوں کے نشاں

ریت کی آندھیوں میں معلق ہیں

نقش کف پادرختوں پہ لٹکے ہوئے ہیں

(پھٹا ہوا بادبان،ص ۸۲)

عبدالرشید تجربے کی معصومیت کو روایتی اظہار سے بچانے کی شعوری کوشش کرتے ہیں ایسی صورت حال میں وہ ایسے تخلیق ذرائع استعمال کرتے ہیں جو کلاسیکی روایت سے کہیں بہت دور کھڑے نظر آتے ہیں اور یہی ان کی خوبصورت شاعری کا پیراڈوکس ہے۔عبدالرشید نے نئی معنویت کو اپنی شاعری کے ذریعے اجاگر کیا ہے۔ جدید طرز احساس اور لطیف حسیات ان کی نظموں کا جزو خاص ہے۔

اتوار کا دن غسل خانے کے لیے ہے،میں بڑے ٹب میں

کریمی سوپ کے ان بلبلوں میں نیم خفتہ جسم کے

جوڑوں کو سوزش کی طرح سہلا رہا ہوں

ڈوب کر نکلا ہوں پانی کی مروت اور پنہ سے،پھر بدن پر تولیا

جس پر ہرے رنگ کی لکیروں سے بنے پیڑوں کی پرچھائیں

کی خنکی سے بدن کو پونچھتا ہوں،یاد ہے مجھ کو تمہارا ساتھ

کے کمرے میں اونچی شور کی آواز میں سیٹی کی صورت گنگنانا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.3 2023

ایب اور یجن گیت، جو تاریخ اور جغرافیے کی سرحدوں پر

جنگی لاشوں کی قطاروں کی طرح دفنائے جانے کے لیے

اب مہرباں ہاتھوں کا کب سے منتظر ہے، پارسن تم بارہ گھنٹے کی

مسافت سے چلے اس ملک سے جو سو برس پہلے کسی تہذیب سے،

تہذیب کے جوہر لڑائی، اسلحے سے نابلد تھا

قیدیوں کی، مجرموں کی سرزمیں، برطانیہ کے زور وزر اور

عسکری بازو کے نیچے، رفتہ رفتہ تم نے بھی سیکھے چلن

اے گوری چمڑی کے جواں تحقیر جو رگ رگ سے پھوٹی

پڑ رہی تھی

(مسٹر پارسن کے ساتھ ایک فوٹو'' ،از، بنکاک میں اجنبی ص ۸۰)

عبدالرشید کی نظموں میں تمثیل نگاری خاص طور پر نظر آتی ہے وہ زندگی کی مختلف پرتوں اور شکلوں کو اس انداز سے تخلیقی پیرہن عطا کرتے ہیں کہ یوں گمان ہوتا ہے جیسے ہم کوئی فلم یا ڈراما دیکھ رہے ہیں تاہم ان کی اس تخلیقی پیش کش میں زندگی کے Original رنگ جھلملاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔عبدالرشید کی نظموں کے یہ رنگ روایتی نظم سے بالکل مختلف نوعیت کے ہیں۔

تنویر صاغر رقم طراز ہیں :

''عبدالرشید کی نظموں میں تمثال کی تشکیل معانی کے نت نئے مفاہیم بدلتے ہیں انہوں نے متحرک اور سیال امیجز کے ذریعے فرد کی جبلت ، بے بسی، گھٹن، قنوطیت، احساس پشیمانی اور پھر ان سے پیدا شدہ کیفیات کو بجا طور پر اپنی نظموں میں بیان کیا ہے ان کی نظمیں جدید اردو نظم میں امیجزم کی بہترین مثال ہیں۔(۵)

عبدالرشید کی شاعری میں مختلف صورتوں کی تجسیم ایک نئے اسلوب اور شاعرانہ انداز میں ہوتی ہے وہ انسان کے شعور، لاشعور اور اس کے میلانات کو احاطہ ادراک میں لا کر نظمیں تخلیق کرتے ہیں۔وہ زندگی کے تضادات میں ہم آہنگی پیدا کر کے ایک نئے اسلوب بیان اور انداز فکر کو فروغ دے رہے ہیں۔عبدالرشید کی نظمیں مختلف ممالک کے متضاد ماحول، فضا، فحاشی اور برہنگی کو بھی تخلیقی سطح پر سامنے لاتی ہیں ان کے ہاں شہر، ملک، قصبے اور جدید معاشرے کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

تنویر صاغر کے بقول:

" عبدالرشید کی نظموں میں اسلوبیاتی نہج میں اہم بات تجسیم کاری ہے۔وہ معمولی چیزوں کو غیر معمولی صورت دے کر محسوس کرانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔(۶)

عبدالرشید کی نظم نگاری میں موضوعات کا تنوع اور وسعت پذیری کا پہلو خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے انہوں نے نظم کے پیکر میں نئی روح پیدا کی ہے۔اردو نظم کے تخلیقی منظر نامے میں عبدالرشید نے اپنی مخصوص حسیاتی صلاحیت کے ساتھ اپنی انفرادیت کا لوہا منوایا ہے انہوں نے اپنی نظموں میں اپنے وجود اپنی ذات اور اپنی

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

شخصیت کے ساتھ ساتھ معروضی منظر نامے کو بھی اپنے تخلیقی عمل کا حصہ بنایا ہے۔عبدالرشید نے اپنے تخلیقی کردار کی ادائیگی کے لیے ن سبتاً زیادہ جرات مندی کا اظہار کیا ہے ان کی نظموں میں ماحول کی کشادگی اور زبان و بیان کی وسعت پائی جاتی ہے۔

صبح سویرے کھڑکی میں سے چڑیا مجھے جگاتی ہے

شب بھر خواب اور نیند کے پیڑوں سے ٹکرایا ہوں

بوجھل جسم اور بھاری پپوٹے

جیسے قبل از جفتی خوں کے رکے ہوئے سیلاب

کی سر میں گردش

بوٹی جڑی کی چائے کا بھاری اور اکیلا پن

افیونی نشہ

اپنے اندر گھلتے گھلتے جس کی سطح کو قائم رکھنے کی

کوشش میں، خود کو کاٹیں

ساتھ کے بستر پہ ہمزاد نشے میں دھت پڑا ہے

پنکھے کی مسحور فضا ہے

خالی پن میں بے اصرار مشینی حرکت، بے مقصد

اعضاء کی گردش

اب نیند کے پھلیوں والے پیڑ

نظر سے اوجھل ہیں

کیا میں موت سے لمبی رخصت پر ہوں

ساتھ کے بستر پہ ہمزاد نشے میں دھت پڑا ہے

("Room Mate"، از، بنکاک میں اجنبی، ص ۴۳ ۔ ۴۴)

ارتقا پسندی انسان کی فطرت میں شامل ہیں اور اسی ارتقا پسندی اور ارتقا پذیری کی بدولت کوئی تخلیق کار اپنے لیے فکر و خیال کے نئے نئے در وا کرتا ہے۔ عبدالرشید کی شاعری بھی مسلسل ارتقا پذیر ہے۔"انی کنت من ظالمین" اپنے لیے اور دوستوں کے لیے نظمیں" " پھٹا ہوا بادبان" " خزاں اور میں' 'صبح کا پہلا

کبوتر‘‘ نیند موت اور بارش کے لیے نظمیں’’ ‘‘انور ادیب کے لیے نظمیں’’‘بنکاک میں اجنبی’ ‘افتخار جالب کے لیے نوحہ’’ چار پرندے’’ ‘‘ پیرس میں سال کا آخری دن’’ اسی ارتقا کی سرگزشت ہیں۔

عبدالرشید کی نظمیہ شاعری چند خصوص موضوعات تک محدود نہیں ہے بلکہ بے شمار موضوعات کا احاطہ کیے ہوئے ہے انہوں نے انسانی رویوں اور معروضی زندگی سے پیدا شدہ صورت حال کو اپنی نظموں کے ذریعے بیان کیا انہوں نے عمیق نظری سے معاشی اور معاشرتی پہلوؤں کا مشاہدہ کیا ہے اور ان تجربات و مشاہدات کو اپنی نظموں کے قالب میں ڈھال کر اپنے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

یہ بھی اک مفروضہ سٹیج

مانگے کے منظر کے آگے

لفظوں کی بھرپور کمک سے

دام کی صورت داؤ لیے

جذبوں کی متروک لغت کے قاری

سروں کا جنگل، سر ہی سر

اسموں اور ناموں کا جنگل

گننے کی اور چھونے کی اور شجر بنانے کی

وہ ازلی پیاس

("یہ بھی اک مفروضہ سٹیج "،از، چار پرندے، ص۱۴)

صبح ہوئی ہے جیسے لمبی سیٹی کی آواز کے ساتھ

گاڑی اسٹیشن پر جھٹکے سے رکتی ہے

میرے ہاتھ بندھے ہیں میرے پیر بندھے ہیں

آنکھیں جیسے مدھم ہوتی دیا سلائی

بے خبری میں خود کو آگ لگا بیٹھی ہیں

("صبح ہوئی ہے"،از، چار پرندے، ص ۳۲)

عبدالرشید ایک ایسے نظم نگار شاعر کے طور پر ابھرے ہیں جو اپنی ڈکشن کے علاوہ اپنے موضوعات بھی ساتھ لائے ہیں۔ان کی نظموں میں نوحہ نگاری کا جو عنصر پایا جاتا ہے وہ انسانوں، تہذیبوں اور شہروں تک پھیل گیا ہے۔سامراجی قوتوں نے اس عہد کے انسان اور تیسری دنیا کے ممالک کے ساتھ جو استحصالی رویہ اپنایا ہے اسے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عبدالرشید نے شدت سے محسوس کیا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کا استحصالی نظام ترقی پذیر ممالک کے گلے کا طوق بن گیا ہے اور انسان انسانوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہو رہا ہے
۔

صدی کا یہ آخر ہے

اور موسموں میں حرارت کی شدت بھی بڑھنے لگی ہے

بہت گرم راتیں جھلستے ہوئے دن

کہن سال پیڑوں کے بکھرے ہوئے جال

رستوں کے اجڑے ہوئے بام ودر، ان پہ ناموں کے کتبے

عمارت کی تعمیر و تکمیل کے سال و سن کے حروف

کوئی شہر مفتوحہ جو غاصبوں کے ستم، ان کی غارت گری

ان کی مردار آہن کلائی کے نیچے دبا ہوا ہو

پیڑوں کی کاٹی جڑوں، کند آروں، کلہاڑوں کے شور وشغب میں

بدن ہارتا جارہا ہے

("صدی کا یہ آخر ہے"، از، افتخار جالب کے لیے نوحہ اور دوسری نظمیں، ص ۲۱)

ڈاکٹر ضیاء الحسن لکھتے ہیں:

عبدالرشید کی شاعری میں صرف استحصالی قوتوں کے خلاف غصہ، نفرت اور حقارت نہیں ہے بلکہ یہی احساسات وہ استحصال کا شکار انسان نما مخلوق کے لیے بھی ممکن ہیں کیونکہ اس کے انفعالی کردار نے اس خون ریزی کو پیدا کیا جو زمین کا مقدر ہو گئی ہے۔(۷)

اس بے بسی اور بے چارگی کی داستان کو عبدالرشید یوں بیان کرتے ہیں:

طاقت ہمیشہ سے چوپایوں کی مثل سادہ طفیلی

گزرتے ہوئے دن کے صدموں سے مضروب، نالاں

مگر چپ

جو اک ساتھ چلنے میں مٹی اڑانے میں

باہم جگالی میں خوش ہیں

جو بستر پہ مدہوش وخوابیدہ واس شور وشر سے

جو خواہش کی سر گوشیوں کو دبانے سے پیدا ہوا

جس سے مفرور ہونے کی کوشش میں

خارش سے سارا بدن چھیل ڈالا

سزا یافتہ مجرموں کی طرح جن کی نعلوں میں زنجیر ہو

جو اشارے سے چلتے ہوئے رکتے ہوں

اور اذن ہو تو زبان کھولتے ہوں

زباں جو دہاں میں فقط گوشت ہے

شہر ہو یا مکیں دونوں اک دوسرے میں ہیں پیوست

ان کی پیدائش، افزائش اور موت

اک دوسرے کی گواہی

تعلق کی وابستگی کی دلیل

کوئی قتل ہو شہر کا ہو یا ہو فرد کا

آبر وریزی وہ اجتماعی ہو یا انفرادی

جرائم میں ہم معنی ہے شہر کا قتل

گو یا روایت کا روحانی قتل

جو نسلوں کی بنیاد کو ریختہ

اس کو نابود کرنے کی کوشش کے ہم مثل ہے

(صدی کا یہ آخر ہے''، از، افتخار جالب کے لیے نوحہ، ص ۲۳-۲۴)

عبدالرشید کی نظم '' صدی کا یہ آخر ہے'' ایک فرد یا ایک شہر کی بربادی کا احوال نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت اور دنیا کی تصویر ہے جس کی تمام اشکال کے رنگوں سے بنائی گئی ہیں ان اشکال میں بنتے بگڑتے پیکر آج کے انسان کی بے بسی اور بے چارگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ جرائم اور قتل وغارت روایات اور اقدار کے روحانی قتل کے برابر ہیں اور جب انسانی معاشرے سے روایات اور اقدار قتل ہو جائیں تو انسانی نسلیں بے موت مر جاتی ہیں۔ موت انسانوں کی ہو یا تہذیبوں اور شہروں کی تباہی و بربادی کا اعلامیہ ہوتی ہے اور ان تمام صورتوں کو عبدالرشید اپنی نظموں کے ذریعے بیان کرکے اپنا تخلیقی حق ادا کرنے میں محو ہیں۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ڈاکٹر ضیاءالحسن رقم طراز ہیں:

" عبدالرشید موجودہ عالمی صورت حال کو گزشتہ صدی کے خونریز حالات کا نقطہ کمال سمجھتے ہیں ان کی اس کتاب میں جابجا اس صدی کا مربوط خاکہ تیار کیا جاسکتا ہے۔تاریخ بیان کرنا ان کا مسئلہ نہیں ہے اس لیے یہ محض تاریخ نہیں ہے بلکہ اس بیان میں انسانی باطن میں فراواں بہمیت اور اس کے اندر وقت کی بے پناہ قوت، افتاد اور قوتِ قاہرہ بھی اپنی جھلک دکھاتی ہے۔"(۸)

عبدالرشید کی نظموں کے موضوعات پر کلی اور انفرادی طور پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ ان کی شاعری میں ہر طرح کے موضوعات موجود ہیں جنہیں وہ اپنے خاص انداز فکر کے ساتھ نظم کے قالب میں ڈھالتے ہیں۔عبدالرشید نے انسانی اور سماجی رویوں کے ساتھ عالمی منظر نامے کو بھی پیش نظر رکھا ہے وہ انسان کی زبوں حالی کو عمیق نظری سے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔وہ انسان کی مجبوریوں اور استحصال کی صورتوں کو بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے ہر چند کہ انہوں نے اپنی شاعری میں روایتی تبلیغی انداز نہیں اپنایا تاہم وہ پسے ہوئے انسانوں کے اندر ایک حوصلہ اور ولولہ پیدا کرنے کی کاوش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاالحسن اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان کی مجموعی فکر اسی خواہش آزادی کی بیداری کے لیے فضا مہیا کرتی ہے وہ اپنے قاری کے دل میں یہ احساس پیدا کرنے کے خواہاں ہیں کہ ہر سال انسانیت کے لیے نئے مصائب اور بلائیں لا رہا ہے لیکن جب تک ہم انفعالیت کا شکار رہیں گے، یونہی مرتے رہیں گے۔ہماری بقا کا واحد راستہ ہے کہ ہماری زبانیں گوشت کا ٹکڑا نہ رہیں بلکہ آزادی کا گیت گائیں اور ہمارے ہاتھ اپنا مقدر سنوارنے کے لیے اٹھیں "(۹)

مگر وہ ہاتھ بولیں گے اور آنکھیں بھی

جنہیں نہ عمر بھر کچھ بولنا آیا

مگر وہ ہونٹ بولیں گے

وہ سیکھے اور برتے لفظ جو کہ داؤ سے خالی

نیابت کرنے والے فیصلوں اور فاصلوں کی

ہم پہ جو حاوی رہے

("مگر وہ ہاتھ بولیں گے"،از،افتخار جالب کا نوحہ،ص ۲۷)

عبدالرشید کا یہ رجائی لہجہ قاری کے دل میں امید و بیم کی کیفیت پیدا کرتا ہے ان کا یہی رجائی لہجہ ان کے عزم اور حوصلے کا اشاریہ ہے جو پڑھنے اور سننے والے کے دل میں ایک امنگ اور آس پیدا کرتا ہے انہیں یہ کامل یقین ہے کہ ہاتھ اور آنکھیں حق بیانی کے حوالے سے ان زبانوں کا ساتھ دیں گے جن پر اظہار کی قدغن ہے اور لبوں پر تالے ہیں جن کو عمر بھر بولنا نہیں آیا وہ ہونٹ ضرور بولیں گے۔ عبدالرشید کی نظموں کے موضوعات وسیع تر تناظر کے حامل ہیں۔وہ اپنے زمانے کی تصویر کشی تو کرتے ہی ہیں تاہم انہوں نے اپنے شعری تجربات میں ان مقامات کو بھی شامل کیا ہے جہاں پر وہ وقتاً فوقتاً اقامت گزین رہے ہیں۔اس سلسلے میں پاکستان کے مختلف شہروں کے علاوہ بعض غیر ممالک بھی شامل ہیں۔عالمی منظر نامے میں جو ملک عبدالرشید کی شاعری کا حصہ بنتے ہیں ان میں بنکاک، فرانس اور عراق سر فہرست ہیں جبکہ پاکستانی شہروں میں سے کراچی اور لاہور خاص طور پر ان کی نظموں کا حصہ ہیں "کراچی کے لیے ایک نظم"ایک طویل نظم ہے جس کے مختلف حصوں میں مختلف صورتیں اور مسائل نظر آتے ہیں۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ڈاکٹر نسیم عباس احمر لکھتے ہیں:

"کراچی شہر میں کچھ عشروں سے جس دہشت کا رواج ہے، بچوں کا قتل، بچوں کو قید کرنا، بم دھماکے، روز کا معمول بن گئے ہیں اس کے اثرات اس نظم میں بھی ملتے ہیں۔ (۱۰)

عبدالرشید نے نظم ''کراچی'' ۱۴ اگست ۱۹۷۵ء میں رقم کی۔ اس نظم کا ایک ٹکڑا دیکھئے:

دھوئیں اور دھول میں کالا گلاب

یہاں پر ساتواں در اسم سے محروم

بوسے کی ولادت کے لیے سوکھے ہوئے ہونٹوں کی شکنیں

برف کی قاشیں

زمیں کا بانجھ پن اپنا حصار

شنید و ناشنیدہ راستوں کی گرم راتیں

جسم کے بالوں کا اونی کوٹ

سندھ کے دریا کی لہروں کی روانی

دو طرف کیلوں کے باغیچے

("کراچی"، پھٹا ہوا بادبان، ص ۳۲)

اس نظم میں عبدالرشید نے اس شہر کے تمام رنگوں کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ اس کی مجموعی نفسیات قاری کے سامنے آجاتی ہے وہ دھوئیں، دریا اور ریت کے علاوہ سوکھے ہوئے ہونٹوں کی شکنوں کو بھی احاطۂ ادراک میں لاتے ہیں۔

جسم کے آٹے میں دونوں ہاتھ

دن اور رات، دن اور رات گوندھتے ہیں

پہلی سورج کی کرن کے ساتھ

مچھیروں کے تنے رسے

سمندر کی جوڑی ہنسلی پر گرتے ہیں

("کراچی"، پھٹا ہوا بادبان، ص ۳۳)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عبدالرشید کاایک کمال یہ بھی ہے کہ وہ جس ملک یاشہر کواپنے وجدان کا حصہ بناتے ہیں اس کی تہذیب کو خاص طور پر پیش نظر رکھتے ہیں انہوں نے اپنی نظم بغداد میں عربی تہذیب'' پیرس''اور'' بنکاک ''میں جدید تہذیب کو پیش کیا ہے۔

اے سوئے ہوئے شہر

اے نیند کی لذت میں سدا کھوئے ہوئے شہر

کم خوابی کے مارے ہوئے یوں گھات سے نکلے ہیں

آنکھوں میں ترازو کی طرح ڈولتا نشہ

دل میں کہیں سہا ہوا شب خوں کا ارادہ

یہ شہر تو اترسے برستی ہوئی بارش کی نمی کو

گلدان میں رکھتا ہے، پرندوں کی کمی کو

پھولوں کے پر و بال سے بھرتا ہے

اے شہر مرے ہاتھ کبوتر کی طرح سے

تری گردن کے در و بام میں پھرتے ہیں

("بنکاک(i) "،از،بنکاک میں اجنبی ،ص۷۸)

مندرجہ بالا نظم میں جدید زندگی کی خوابناک صورتوں کو پیش کیا ہے اور اس شہر کی سماجی زندگی کی مختلف شکلوں کو اس کے اصل رنگوں کے ساتھ اجاگر کیا ہے ۔ عبدالرشید کی نظموں کا کینوس بے حد وسیع وعریض ہے ان کی شاعری میں انسانی معاشرے کے تمام سماجیاتی عوامل نظر آتے ہیں انہوں نے اپنی نظم کی اساس جدید دور کے ان موضوعات پر استوار کی ہے جو روایتی ذہنوں کی دسترس میں نہیں آسکے، ان کا تخلیقی شعور ان کے حرف حرف سے عیاں ہو رہا ہے۔عبدالرشید کی نظموں میں زندگی کے کرب اور نشاط کے باوجود انفعالیت نہیں ہے ان کا شعری لب ولہجہ روایت سے کٹ کر ایک نئی روایت کو جنم دیتا ہے انہوں نے جدید دور کی بے چینی اور انتشار کو نئے مفاہیم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ عبدالرشید نے جدید معاشرتی تصورات کو پیش نظر رکھ کر نئی نظم کی بنیاد رکھی ہے،ان کے الفاظ اور تراکیب نئے شعور کا پتہ دیتے ہیں۔ عبدالرشید نے زندگی کی نئی معنویت کو اس انداز سے اجاگر کیا ہے کہ وہ اس کی پہچان بن گئی ہے۔عبدالرشید نے اپنے جدید تر اسلوب کی بدولت خود کو ایک ایسے نظم نگار کے طور پر منوایا ہے جو آنے والے دور میں نے تخلیق کاروں کے لیے ایک سنگ میل ثابت ہو گا

حوالہ جات

1۔ عبدالرشید "بنکاک میں اجنبی"، پیش لفظ،(لاہور ملٹی میڈ یا فیئرز،۲۰۰۵ء)،ص۷۔

2۔ ایضاً،ص ۸۔

3۔ ایضاً

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

4۔ ایضاً

5۔ تنویر صاغر، "عبدالرشید کی نظموں میں امیجز کا تنوع"، (مضمون) مشمولہ ''انگارے''ملتان، شمارہ ۵۲، اپریل ۲۰۰۷ء، ص ۶۴۔

6۔ ایضاً

7۔ ضیاءالحسن، ڈاکٹر، "افتخار جالب کے لیے نوحہ اور دوسری نظمیں''(مضمون) مشمولہ ''انگارے''

ملتان، شمارہ نمبر ۵۲، اپریل ۲۰۰۷ء، ص ۴۶۔

8۔ ایضاً، ص ۴۷۔

9۔ ایضاً

10۔ نسیم عباس احمر، ڈاکٹر، "عبدالرشید کی نظم میں شہر کی علامت" مضمون، مشمولہ "انگارے"، ملتان، شمارہ

نمبر ۵۲، اپریل ۲۰۰۷ء، ص ۵۱۔